فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عقیقہ کتنے دن بعد مسنون ہے؟

جواب: بچے یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا بالاتفاق مستحب عمل ہے۔ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اسے ساتویں دن مشروع قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ مُّرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى .

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈوایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٧/٥، ٨، ١٢، ١٧، ١٨، ٢٢، سنن أبي داوٗد : ٢٨٣٨، سنن التّرمذي : ١٥٢٢، سنن النّسائي : ٤٢٢٥، سنن ابن ماجه : ٣١٦٥، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن جارود (۹۱۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و پیروی میں عقیقہ صرف ساتویں دن کرنا چاہیے، مثلاً بچہ جمعہ کے دن پیدا ہو، تو اس کا عقیقہ جمعرات کے دن کرنا چاہیے۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ پیدائش کے دن کو شمار نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ بات درست نہیں۔

ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا درست نہیں۔بعض علمائے کرام ساتویں دن سے پہلے عقیقے کی اجازت دیتے ہیں۔

۞ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ التَّقْيِيدَ بِذٰلِكَ اسْتِحْبَابٌ، وَإِلَّا فَلَوْ ذَبَحَ عَنْهُ فِي الرَّابِعِ أَوِ الثَّامِنِ أَوِ الْعَاشِرِ أَوْ مَا بَعْدَهٗ أَجْزَأَتْ .

''معلوم یہ ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے، ورنہ اگر کوئی شخص بچے کی طرف سے چوتھے، آٹھویں، دسویں یا بعد والے کسی دن عقیقہ کر دے، تو وہ کفایت کر جائے گا۔''

(تحفة المَودود بأحكام المَولود، ص ٥٠)

یہ بات حدیث کے مطابق درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ساتویں دن عقیقے کا ذکر ہے اور شریعت نے اس کا ایک وقت معین کیا ہے، جس کی پابندی ضروری ہے۔

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

لَا تُجْزِىءُ قَبْلَ يَوْمِ السَّابِعِ أَصْلًا .

''ساتویں دن سے پہلے عقیقہ قطعاً کفایت نہیں کرے گا۔''

(المُحَلّٰى بالآثار : ٢٤٠/٦)

۞ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) بھی یہی فرماتے ہیں۔

(سُبُل السّلام : ١٨١/٤)

اسی طرح بعض اہل علم ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکنے کی صورت میں چودھویں یا اکیسویں دن عقیقے کی مشروعیت کے قائل ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ

کرنا درست نہیں، کیونکہ اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔ جو روایات اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں، وہ اصولِ محدثین کے مطابق پایۂ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ملاحظہ ہو:

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، أَوْ أَرْبَعَ عَشَرَةَ، أَوْ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقے کا جانور ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : ٤٩٧٩، المُعجم الكبير للطّبراني : ٧٢٣، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٠٣/٩)

سند ''ضعیف'' ہے۔ اسماعیل بن مسلم مکی ''ضعیف الحدیث'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حَجَر : ٤٧٤)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

لِيَكُنْ ذَاكَ يَوْمَ السَّابِعِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو، تو چودھویں دن، اگر چودھویں دن بھی نہ ہو سکے، تو اکیسویں دن۔''

(المستدرك للحاكم : ٢٣٨/٤۔٢٣٩، وقال : صحيح الإسناد، ووافقه الذّهبي)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❀ عطاء کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أُمِّ كُرْزٍ شَيْئًا .

''انہوں نے ام کرز سے کچھ نہیں سنا۔'' (العِلَل، ص ١٣٩)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) کا کہنا ہے :

إِنْ لَمْ يَذْبَحْ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ ذَبَحَ بَعْدَ ذٰلِكَ حَتّٰى أَمْكَنَ فَرْضًا .

''اگر ساتویں دن عقیقے کا جانور ذبح نہ کر سکے، تو اس کے بعد جب بھی اس فرض کی ادائیگی پر وہ استطاعت رکھے ایسا کر لے۔''

(المُحَلّٰی : ۲۳٤/٦)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں اور وہ سب روایات جن میں ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا، ضعیف اور غیر ثابت شدہ ہیں۔ لہٰذا یہ قول نا قابل التفات اور نا قابل عمل ہے۔

اسی طرح اگر بچہ ساتویں دن سے پہلے فوت ہو جائے، تو اس کا عقیقہ نہیں ہوگا، جبکہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا بھی عقیقہ واجب ہے۔ (المُحَلّٰی : ۲۳٤/٦)

حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

(المَجموع : ٤٤٨/٨)

یہ دونوں قول مرجوح ہیں۔ عقیقہ کا تعلق زندگی سے ہے۔ دوسری طرف حدیث نے ساتویں دن کو بھی مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اصل سنت حاصل نہیں ہوگی۔ اسی طرح ولادت سے پہلے بھی عقیقہ جائز اور درست نہیں، کیونکہ یہ عقیقہ کی سنت ایک سبب کے پیش نظر ادا کی جاتی ہے، وہ بچے کی پیدائش ہے۔ جب وہ سبب ہی نہ ہوگا، تو سنت کیسے ادا ہوگی؟ قربانی کی طرح عقیقہ رات کو بھی کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) ساتویں دن عقیقہ کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں:

حِكْمَةُ هٰذَا ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ أَنَّ الطِّفْلَ حِينَ يُوْلَدُ يَكُونُ أَمْرُهُ

مُتَرَدِّدًا بَيْنَ السَّلَامَةِ وَالْعَطَبِ، وَلَا يُدْرٰى هَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَيَاةِ أَمْ لَا إِلٰى أَنْ تَأْتِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ يَّسْتَدِلُّ بِمَا يُشَاهِدُ مِنْ أَحْوَالِهِ فِيهَا عَلٰى سَلَامَةِ بِنِيَّتِهِ وَصِحَّةِ خَلْقَتِهِ وَأَنَّهٗ قَابِلٌ لِلْحَيَاةِ، وَجُعِلَ مِقْدَارُ تِلْكَ الْمُدَّةِ أَيَّامَ الْأُسْبُوعِ فَإِنَّهٗ دَوْرٌ يَوْمِيٌّ كَمَا أَنَّ السَّنَةَ دَوْرٌ شَهْرِيٌّ ...... وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَوَّلُ مَرَاتِبِ الْعُمُرِ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا الْمَوْلُودُ انْتَقَلَ إِلَى الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ وَهِيَ الشُّهُورُ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا انْتَقَلَ إِلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ السِّنِينَ، فَمَا نَقَصَ عَنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ فَغَيْرُ مُسْتَوْفٍ لِّلْخَلِيقَةِ ...... فَجُعِلَتْ تَسْمِيَةُ الْمَوْلُودِ وَإِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنْهُ وَفِدْيَتُهٗ وَفَكُّ رَهَانِهِ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ .

’’اس کی حکمت، واللہ اعلم یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے، تو اس کا معاملہ سلامتی اور ہلاکت کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندہ رہے گا یا نہیں۔حتی کہ اس پر اتنی مدت گزر جائے کہ اسے دیکھنے والا اس کے حالات سے اس کی تخلیقی سلامتی، صحت اور اس کے زندگی کے قابل ہونے کا اندازہ کر سکے۔اس مدت کی مقدار شریعت نے ایک ہفتہ مقرر کی، کیونکہ ہفتہ، دنوں کا ایک مکمل چکر ہے، جیسا کہ سال مہینوں کا ایک مکمل چکر ہوتا ہے۔......مقصود یہ ہے کہ یہ سات دن مراتب عمر میں سے پہلا مرتبہ ہیں۔ جب بچہ ان دنوں کو پورا کر لیتا ہے، تو وہ دوسرے مرتبے میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ مہینے کی صورت

میں ہوتا ہے اور جب وہ دوسرے مرتبے کی تکمیل کرتا ہے، تو تیسرے مرتبے، یعنی سال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جو بچہ ان مراتب میں سے کسی مرتبے کو پہنچ نہ پایا ہو، اس کی تخلیق مکمل نہیں ہوتی۔ ...... یہی وجہ ہے کہ بچے کے نام کا تعین، اس سے گندگی کو دور کرنے (ختنہ کرنے اور سر منڈوانے) اس کا فدیہ دینے اور اس کی گردن کو آزاد کرنے (یعنی عقیقہ کرنے) کے لیے ساتواں دن مقرر کیا گیا۔'' (تحفة المَودود ص ٧٥-٧٦)

سوال: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

جواب: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ وصیت ثابت نہیں کہ انہیں رات کو دفن کیا جائے۔

مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ کہنا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، ثابت نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا.

''جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں ان کے خاوند سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رات ہی دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی۔ نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔'' (صحيح البخاري: 4240، صحيح مسلم: 1759)

یہ امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ امام رحمہ اللہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا، وَلَا صَلَّى عَلَيْهَا، وَلَا شَاهَدَ جَنَازَتَهَا، بَلِ اللَّائِقُ بِهِمْ، الْمُنَاسِبُ لِأَحْوَالِهِمْ حُضُورُ جَنَازَتِهَا، وَاغْتِنَامُ بَرْكَتِهَا، وَلَا تَسْمَعُ أَكَاذِيبَ الرَّافِضَةِ الْمُبْطِلِينَ، الضَّالِّينَ، الْمُضِلِّينَ.

''اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کی خبر نہ ہوئی، آپ نے سیدہ کا نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ جنازے میں حاضر ہوئے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کے لائق اور شایان شان یہی ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور ان کی برکت سے مستفید ہوئے تھے۔ روافض کی بہتان بازیوں پر مت جائیے، کہ وہ تو باطل پرست، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 569/3)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟

جواب: اس بارے میں مروی روایت ثابت نہیں، ملاحظہ ہو؛

❁ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب سنایا:

''میں نے اپنے رب کو خوبصورت صورت میں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بارے میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث ومباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے

رب! میں نہیں جانتا، پھر پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث ومباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، میرے لیے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے ہر چیز جان لی۔''

(مسند الإمام أحمد : 243/5)

سند ضعیف ہے۔

❁ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بيان تلبيس الجهميّة لابن تيميّة : 215/7، 217)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 57/5)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید: ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ: ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قيام اللّيل، ص 43)

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(كتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

سوال: وباء میں اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: وبا کی صورت میں انفرادی یا اجتماعی اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ذکر نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ فقہائے احناف بھی اس سے ناواقف ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُذِّنَ فِي قَرْيَةٍ أَمَّنَهَا اللّٰهُ مِنْ عَذَابِهٖ ذٰلِكَ الْيَوْمَ .

''جب کسی بستی میں اذان کہی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس روز اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (المُعجم الكبير للطّبراني :257/1)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار ''ضعیف'' ہے۔

✿ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهٗ . ''اس کی حدیث ثابت نہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 504/6)

✿ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 238/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (دیوان الضعفاء : ۲۴۴۷) نے ''منکر الحدیث'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التقریب : ۳۸۷۳، التلخیص : ۲/۱۷۶) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الجَوهر النّقي : 286/3)

② بکر بن محمد قرشی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے پہچان نہیں سکا۔''

(مَجمع الزّوائد : 242/3)

تنبیہ:

بکر بن محمد بن عبدالوہاب ابوعمرو قرشی بصری ثقہ ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''العدل''، امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''المعدل'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ یہ امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ کا استاذ ہے۔ جبکہ بکر بن محمد قرشی کوئی اور ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ اس سے واسطہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

③ صالح بن شعیب کی معتبر توثیق معلوم نہیں ہو سکی۔

اس سے مراد فرض نماز والی اذان ہے، نہ کہ آفت کی وجہ سے بے وقت دی گئی اذان۔

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ فِيهِمْ بِالْأَذَانِ صَبَاحًا إِلَّا كَانُوا فِي أَمَانِ اللّٰهِ حَتّٰى يُمْسُوا، وَأَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ عَلَيْهِمْ بِالْأَذَانِ مَسَاءً إِلَّا كَانُوا

فِي أَمَانِ اللّٰهِ حَتّٰى يُصْبِحُوا .

''جس قوم میں صبح اذان دی جائے، وہ شام تک اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتی ہے اور جس قوم میں شام کو اذان دی جائے، وہ صبح تک اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتی ہے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 215/20)

سند سخت ضعیف ہے۔

① اغلب بن تمیم بصری ضعیف منکر الحدیث ہے۔

۞ اسے امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الکبیر: ۲/ ۷۰) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ کچھ نہیں ہے۔''

(تاريخ ابن مَعين برواية الدّوري : 3513، 4571)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (کتاب المجروحین: ۱۰۹) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

② داود بن بکر تُستری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

③ حبان بن اغلب کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/3)

۞ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ : وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذَا آخِرُ

وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

''آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم : 107/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 437/7)

① روایت ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيْلُ . ''اس میں کئی مجہول ہیں۔''

(فتح الباري : 79/2)

② علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے نہیں پہچانتا۔'' (مَجمع الزّوائد : 87/8)

③ اس روایت میں وبا کے وقت اذان کا اشارہ تک نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِيْنًا، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ! إِنِّي أَرَاكَ حَزِيْنًا، فَمُرْ بَعْضَ أَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ، فَإِنَّهٗ دَرْءُ الْهَمِّ .

''مجھے نبی کریم ﷺ نے غمگین دیکھا تو فرمایا: ابو طالب کے بیٹے! میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں، اپنے کسی گھر والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے، کیونکہ اذان غموں کا مداوا ہے۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 119/8، مناقب عليّ لابن الجزري، ص 36)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی متہم ہے۔

② عبداللہ بن موسیٰ بن حسن سلامی کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي رِوَايَاتِهٖ غَرَائِبُ وَّمَنَاكِيْرُ وَّعَجَائِبُ .

''اس کی مرویات غریب، منکر اور تعجب خیز ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 383/11)

✿ نیز لکھتے ہیں:

كَانَ صَحِيْحَ السَّمَاعَاتِ، إِلَّا أَنَّهٗ كَتَبَ عَمَّنْ دَبَّ وَدَرَجَ مِنَ الْمَجْهُوْلِيْنَ وَأَصْحَابِ الزِّوَايَا، قَالَ : وَكَانَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَنْدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْحَافِظُ سَيِّءُ الرَّأْيِ فِيهِ، وَمَا أَرَاهُ كَانَ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِي فَضْلِهٖ .

''اس کی سماعات صحیح ہیں، مگر مجہولین اور گوشہ نشینوں میں سے جو ہاتھ چڑھتا، اس سے بیان کر دیتا تھا، حافظ ابوعبداللہ بن مندہ اصبہانی رحمہ اللہ اسے برا سمجھتے تھے، کہتے کہ یہ فضیلت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا۔''

(تاريخ بغداد :383/11)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوٰی حَدِيْثًا مَا لَهٗ أَصْلٌ .

''اس نے ایک بے سند روایت بیان کی ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 508/2)

③ فضل بن عباس یا ''عیاش'' کوفی کون ہے؟

④ حفص بن غیاث ''مدلس'' ہیں۔

اس میں وبا کے وقت اذان کا ذکر نہیں۔

❀ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ يُؤَذِّنُونَ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ إِلَّا أَمِنُوا الْعَذَابَ إِلَى اللَّيْلِ، وَمَا مِنْ قَوْمٍ يُؤَذِّنُونَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِلَّا أَمِنُوا الْعَذَابَ إِلَى الصُّبْحِ .

''جس قوم میں فجر کی اذان کہی جائے، وہ رات تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے اور جس قوم میں مغرب کی اذان کہی جائے، وہ صبح تک عذاب سے بچی رہتی ہے۔''

(أمالي ابن بشران : 408)

روایت باطل ہے۔

① سلیمان بن عمرو سے مراد اگر ابوداود نخعی ہے، تو بالا جماع کذاب ہے۔

② ابوسہل کا تعین وتوثیق معلوم نہیں ہو سکی۔

③ نصر بن حریش صامت ضعیف ہے۔

④ محمد بن حماد بن ماہان بھی قوی نہیں۔

⑤ عطاء بن یسار ہلالی کا سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

اس روایت میں بے وقت اذان دینے کا کوئی ذکر نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَا أُذِّنَ فِي قَوْمٍ بِلَيْلٍ إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتّٰى يُصْبِحُوا، وَلَا نَهَارًا إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتّٰى يُمْسُوا .

''جس قوم میں رات کو اذان کہی جائے، تو وہ صبح تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے اور دن کو کہی جائے، تو شام تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے۔''

(مصنّف عبد الرّزّاق : 1873)

اس قول کی سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام مجہول الحال ہے۔

② محمد بن یوسف کا اپنے دادا سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

④ عبدالرزاق کی صفوان بن سلیم سے روایت واسطہ کے ساتھ ہوتی ہے، لیکن یہاں واسطہ کے بغیر بیان کر رہے ہیں۔ عبدالرزاق نے یہاں تدلیس کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا؛ فَإِنَّ التَّكْبِيرَ يُطْفِئُهُ .

''آگ دیکھیں، تو تکبیر کہیں، کیونکہ اللہ اکبر اسے بجھا دیتا ہے۔''

(عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 295-298، الدّعاء للطّبراني : 1266)

① من گھڑت ہے، قاسم بن عبداللہ بن عمر ''متروک'' ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 5468)

الدعا للطبرانی رحمہ اللہ (1266-1267) میں اس کی متابعت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے کی ہے، وہ بھی ''کذاب'' ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 3922)

الکامل لابن عدی (4/1469، وفی نسخۃ :4/151) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (238) میں متابعتاً ابن لہیعہ کی روایت آئی ہے، اس میں ابن لہیعہ (ضعیف عندالجمہور) کی تدلیس ہے، ابن ابی مریم کہتے ہیں:

''اس حدیث کو ابن لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس حضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابن لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتا تھا، پھر اس نے کہا: اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 2/296)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اُس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ''کذاب'' ہے۔

سوال: رافضیت اور ناصبیت کیا ہے؟

جواب: رافضیت اور ناصبیت دو انتہائیں ہیں، دونوں صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے کہ ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ پر تبرا کرنے والا رافضی ہے اور اہل بیت سے بغض وعناد رکھنے والا ناصبی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيُحِبُّنِي قَوْمٌ حَتّٰى يَدْخُلُوا النَّارَ فِيَّ، وَلَيُبْغِضُنِي قَوْمٌ حَتّٰى

يَدْخُلُوا النَّارَ فِي بُغْضِي .

''ایک قوم میری محبت میں غلو کے سبب اور دوسری میرے ساتھ بغض کے سبب جہنم میں جائے گی۔''

(السّنّة لابن أبي عاصم : 1017، وسندهٗ صحيحٌ)

اس سے مراد روافض اور نواصب ہیں۔ ہر ناصبی رافضی ہوتا ہے۔ روافض صحابہ کرام سے بغض و عناد رکھتے ہیں، اسی طرح ناصبی اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا الرَّافِضِيُّ فَإِذَا قَدَحَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِأَنَّهٗ كَانَ بَاغِيًا ظَالِمًا، قَالَ لَهُ النَّاصِبِيُّ وَعَلِيٌّ أَيْضًا كَانَ بَاغِيًا ظَالِمًا لَمَّا قَاتَلَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى إِمَارَتِهٖ، وَبَدَأَهُمْ بِالْقِتَالِ، وَصَالَ عَلَيْهِمْ، وَسَفَكَ دِمَاءَ الْأُمَّةِ بِغَيْرِ فَائِدَةٍ لَهُمْ، لَا فِي دِينِهِمْ وَلَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَكَانَ السَّيْفُ فِي خِلَافَتِهٖ مَسْلُولًا عَلٰى أَهْلِ الْمِلَّةِ، مَكْفُوفًا عَنِ الْكُفَّارِ .

''جب رافضی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں قدح و تنقیص کرتا ہے کہ وہ باغی اور ظالم تھے، تو اسے ناصبی کہتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی باغی اور ظالم تھے، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں سے اپنی خلافت کے لیے قتال کیا، جنگ میں ابتدا کی، ان پر حملہ کیا اور بلا وجہ امت کا خون بہایا، جس میں ان کا نہ کوئی دینی فائدہ تھا اور نہ دنیاوی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں پر تلوار لٹکی رہی اور

کفار سے رُکی رہی۔''

(منهاج السنة : 389/4)

یاد رہے کہ روافض کے نزدیک ہر سنی ناصبی ہے، جو بھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرے، وہ ان کے نزدیک ناصبی ہے، کیونکہ شیعہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے برأت واجب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے:

لَا وَلَاءَ إِلَّا بِبَرَاءَةٍ .

''ابوبکر و عمر سے برأت کے بغیر ولایت علی کا کوئی تصور نہیں۔''

روافض اس لیے صحابہ اور امت مسلمہ کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔ تقیہ کرتے ہوئے صحابہ اور امت مسلمہ کو دنیاوی اعتبار سے مسلمان اور اُخروی اعتبار سے کافر سمجھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے محبت عین ایمان ہے۔ اہل سنت صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی بغض کو ضلالت اور نفاق سمجھتے ہیں۔ اہل بیت کے تینوں حقوق (حق ایمان، حق صحابیت، حق قرابتِ رسول) کا لحاظ رکھتے ہیں۔ جبکہ نواصب اہل بیت کے حقوق کے غاصب ہیں، جس طرح روافض صحابہ کے حقوق کے غاصب ہیں۔ دونوں اپنے قول و فعل سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں۔ ہر دور کے علمانے ان کا رد کیا ہے۔

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَرَمْيِ الرَّافِضَةِ لَهُمْ بِأَنَّهُمْ نَوَاصِبُ، وَالنَّوَاصِبِ بِأَنَّهُمْ رَوَافِضُ .

''رافضی، اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں اور ناصبی، اہل سنت کو رافضی کہتے ہیں۔''

(مرقاة المفاتيح : 2778/7)

اہل سنت میں توسط ہے، وہ ان دونوں انتہاؤں سے بری ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کسی کو معراج ہوئی ؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ کہنا درست نہیں کہ یوسف علیہ السلام کو کنواں میں، اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں اور یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں معراج ہوئی۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بھلا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہستی، جسے رب تعالیٰ کی طرف معراج کروائی گئی اور وہ مقرب، معظم اور مکرم ٹھہرے، کا مقام اس نبی کی طرح ہے، جسے ملامت کرتے ہوئے مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا گیا۔ اِدھر تعظیم وتقریب کی جاری ہے اور اُدھر آزمائش وتادیب۔ انہیں کمال تقرب حاصل ہے اور اُنہیں سخت تادیب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 164)

سوال: کیا تہجد سے پہلے سونا ضروری ہے؟

جواب: تہجد سے پہلے سونا ضروری نہیں۔ تہجد کا وقت عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، اس دوران کسی بھی وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ البتہ رات کے آخری پہر بیدار ہو کر ادا کرنا افضل ہے۔ سونے سے پہلے اگر کوئی تہجد پڑھ لیتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ تہجد سے پہلے سونا شرط نہیں ہے۔

سوال: ﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي﴾ (یوسف:۵۳) کس کا قول ہے؟

جواب: جمہور مفسرین کے ہاں یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے، نہ کہ یوسف علیہ السلام کا۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الْأَشْهَرُ وَالْأَلْيَقُ وَالْأَنْسَبُ بِسِيَاقِ الْقِصَّةِ وَمَعَانِي الْكَلَامِ، وَقَدْ حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ فِي تَفْسِيرِهٖ، وَانْتَدَبَ لِنَصْرِهِ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ أَبُو الْعَبَّاسِ ابْنُ تَيمِيَّة، رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَأَفْرَدَهٗ بِتَصْنِيفٍ عَلٰى حِدَةٍ.

''یہی قول زیادہ مشہور ہے، قصے کا سیاق اور بلاغت بھی اسی کے موافق ہے۔ علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے اسے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ امام، علامہ، ابوالعباس، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاویٰ: ۱۰/ ۲۹۸) نے اس قول کی خوب حمایت کی ہے اور اس بارے میں مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 395/4)

الغرائب الملتقطۃ لابن حجر (۱۶۴۵) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ قول سیدنا یوسف علیہ السلام کا ہے، لیکن یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔ اس میں مؤمل بن اسماعیل ''کثیر الخطا'' ہے۔ یہ بھی اس کی خطا ہے۔ حماد بن سلمہ کے شاگردوں میں سے صرف مؤمل نے یہ روایت مرفوعاً ذکر کی ہے۔ باقی سب نے موقوف یا مقطوع بیان کی ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول بھی ثابت نہیں ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بھی ضعیف ہے۔